از حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ
ضبط، مولانا ذاکر حسن نعمانی

قرآن حکیم، ایک نسخۂ کیمیا

مقام عبدیت، سلف صالحین پر اعتماد

دارالعلوم حقانیہ کی مرکزیت وخدمات، اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے برکات

شعبان اور رمضان المبارک کے سالانہ تعطیلات میں بھی بحمد اللہ کئی سال سے دارالعلوم میں مستقل طور پر قرآن حکیم کا ترجمہ بصورت دورۂ تفسیر باقاعدگی سے دارالعلوم کے دو اساتذہ مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب اور مولانا عبدالقیوم حقانی پڑھا رہے ہیں۔ چنانچہ اس سال بھی علماء وفضلاء اور طلبہ کی بڑی تعداد شریک درس رہی، ۱۶ رمضان المبارک سنہ ۱۴۱۲ھ ختم تفسیر قرآن کی تقریب منعقد ہوئی دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی دعوت پر معروف مفسر قرآن حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ نے افتتاحی تقریب سے روح پرور خطاب فرمایا۔ جو افادۂ عام کے پیش نظر ٹیپ ریکارڈر سے نقل کر کے نذر قارئین ہے (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید اور صحبت کی برکتیں میں تو اس قابل نہیں کہ آپ کی خدمت میں کچھ عرض کروں۔ تم سب طلباء ہو۔ آپ نے حقانیہ میں زیادہ یا کم وقت گذارا ہے۔ میرا یہ اپنا عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دینی محفل یا عالم باعمل کی مجلس میں ایک لحظہ بھی بیٹھے تو بہت برکتیں حاصل کرے گا ـــــ پھر مستقل طور پر تعلیم حاصل کرنا یا سبق پڑھنا یا زیادہ مدت ٹھہرنا تو بہت بڑی چیز ہے۔ صرف اس ادارہ میں حسن نیت سے قدم رکھے، یہاں کے علماء کی زیارت

کرے یہ بھی ایک عظیم نعمت ہے جس کا نعم البدل اس دنیا میں نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایسے صحابہ کرام بھی ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس ساٹھ سال تک نصیب ہوئی۔ ایسے بھی ہیں جن کو دس سال تک خدمت اقدس میں حاضری کا موقع ملا۔ جیسے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ ایسے بھی ایک منٹ سے کم دربار اقدس میں حاضری کا موقع ملا ہے۔ صرف کلمہ پڑھا اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ان کے بارے میں بھی نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ وہ جنتی ہیں۔

مرکزِ علم دار العلوم حقانیہ

دار العلوم حقانیہ ایک ایسا علمی مرکز ہے کہ اس کی توصیف میں میرے لئے لب کشائی مشکل ہے۔ کیونکہ علم کا مقام خدمات اور اس کی اشاعت اور اس کی عظمت کے بارے میں کچھ کہنا بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ الفاظ یا معانی کی تعبیر کے اندر معمولی سی غلطی بھی ہو جائے تو میرا یہ نظریہ ہے کہ میرے لئے باعث نقصان ہے۔

یہ ایک بہت بڑا مقام ہے۔ اور ایک عظیم نعمت ہے۔ اس نعمت کی قدر ان سے پوچھو جو اس سے محروم ہیں۔ اب جو لوگ دنیا سے چلے گئے مثلاً ہمارے اساتذہ کرام جس زمانہ میں ہم دیوبند میں تھے ان میں سے اب کوئی بھی زندہ نہیں۔ اب لوگ تمنا اور آرزو رکھتے ہیں کہ ان حضرات کو دیکھیں۔ اب یہ آرزو ثواب تو ہے لیکن وہ شے (سلف صالحین کی ملاقات و استفادہ) تو ہاتھ سے چلی گئی۔

امام احمد، بایزید بسطامی ابن سینا اور امام رازی کی ملاقات

دار العلوم دیوبند میں ہم سے یا ہمارے دوستوں سے اگر کوئی پوچھتا یا اب بھی پوچھے کہ آپ نے امام احمد بن حنبل کو دیکھا ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں، میں نے دیکھا ہے۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ امام احمد بن حنبل کے عکس جمیل تھے۔ اگر کوئی پوچھے کہ آپ نے بایزید بسطامی کو دیکھا ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں، میاں اصغر حسین صاحب جن سے میں نے ابو داؤد پڑھی ہے وہ بایزید بسطامی تھے۔ اگر کوئی پوچھے کہ آپ نے ابن سینا کو دیکھا ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں۔ مولانا ابراہیم بلیاوی بالکل ابن سینا تھے۔ امام رازی کو میں نے دیکھا ہے۔ مولانا رسول خان امام رازی تھے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

پھر اس مرکز سے تقسیم کے بعد جب ہمارا تعلق منقطع ہوا تو ہماری نظر میں صرف اس علاقے میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں صرف شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی تھی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ صاحب نہ میرے استاد تھے اور نہ ان سے میری رشتہ داری تھی۔ لیکن ان کی شخصیت بڑی جاذب نظر تھی۔ ان کا تقویٰ، ان کا عمل اور خلوص حد درجہ زیادہ تھا۔ ان کا تعلق مجھ جیسے گنہگار سے بہت تھا۔ حالانکہ میری کچھ حیثیت ہی نہیں۔ اگر میں قسم بھی کھاؤں کہ مجھ میں کچھ بھی نہیں تو میں حانث نہ ہوں گا۔ میرے ساتھ نہ علم ہے اور نہ عمل۔ ساری زندگی بربادی میں گزر گئی۔ اب ایسے وقت میں ہوں کہ

اللہ تعالیٰ خاتمہ بالایمان کردے۔ ان سے میرا تعلق لوجہ اللہ تھا۔ انہوں نے مجھ پر اتنی شفقت کی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس خصوصی شفقت کا معاملہ ان کا میرے ساتھ ہی خاص تھا۔ اسی شفقت کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں ورنہ تقریباً ۹ ماہ سے وجع قلب کے مرض میں مبتلا ہوں۔ اب قدرے افاقہ ہے۔ لیکن ڈاکٹروں نے تحریر یہ لکھ کر سفر سے منع کیا ہے۔ میں نے خیال کیا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ہمارے اٹک میں ایسی حالت میں تشریف لایا کرتے تھے کہ چار چار آدمیوں کے سہارے اٹھتے اور چلا کرتے تھے۔ اور میں حقانیہ نہ آؤں تو بڑی بے وفائی ہوگی۔ میری دینی اور روحانی محرومیت ہوگی۔ میں ان کے مزار پہ گیا اور فاتحہ پڑھی۔ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

مولانا عبیداللہ سندھی سے ملاقات اور استفادہ

چونکہ یہ ایک قرآنی محفل ہے اس لئے قرآن کریم کے متعلق چند باتیں عرض کروں گا۔ یہ باتیں میری اپنی نہیں بلکہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی ہیں۔ میں نے ۱۹۳۹ء میں پہلا حج کیا ہے۔ اب تو وہاں کے حالات بدل گئے ہیں۔ اہل مکہ مکرمہ بہت مالدار ہو گئے ہیں اس وقت غربت بہت زیادہ تھی۔ اب تو لوگ حج پر جاتے ہیں اور بعد میں بازار جاکر اشیاء خریدتے ہیں۔ اس وقت ایسے بازار نہیں تھے۔ حجاج کرام، علماء کرام اور صوفیاء کرام کی تلاش میں رہتے کہ مکہ مکرمہ کے اندر اولیاء اللہ ہیں۔ ان کے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھیں۔ سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ہمارے سارے اکابر کے شیخ الطریقہ اور سید الطائفہ ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ بیت اللہ شریف میں ہر وقت ۳۶۰ اولیاء اللہ موجود رہتے ہیں۔ تو میں نے بھی تلاش شروع کی کہ کوئی مل جائے تو حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کے بارے میں ہم نے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے سنا تھا کہ بہت بڑے انقلابی ہیں۔ جلاوطن ہیں چودہ سال سے مکہ مکرمہ میں ہیں تو ان سے ملاقات ہوئی۔ میں اور چند اور علماء پاک و ہند گئے تھے۔ وہ بیت اللہ شریف میں ہمارے پاکستان کے اعتبار سے قبلہ کی طرف بیٹھا کرتے تھے۔ برآمدہ تھا۔ ان کا چہرہ مسجد کی طرف ہوتا تھا۔ مسجد کی طرف ایک دروازہ تھا جو اب بند ہے۔ وہاں پتھر جڑے ہوئے ہیں۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ عصر کی نماز کے بعد یہاں بیٹھا کرتے تھے۔ سر پر پگڑی نہیں ہوتی تھی بلکہ ننگے سر ہوتے تھے۔ صرف بیت اللہ شریف دیکھا کرتے تھے۔ ہم عصر کے بعد ان کے پاس جایا کرتے تھے۔ ان کی طبیعت میں بہت جلال تھا۔ ہم سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس نہ آیا کرو۔ کس لئے آتے ہو۔ تم مجھے دیکھتے ہو یا بیت کو۔ بیت اللہ کی طرف دیکھو۔ بیت اللہ شریف کو ایک نظر دیکھنے سے بیس ہزار نیکیاں ملتی ہیں۔ اس لئے بیت اللہ کی طرف دیکھو میری طرف کیوں دیکھتے ہو۔ لیکن میں عصر کی نماز کے بعد ان کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا۔

سفر میں مولانا سندھی کی رفاقت

ایک دن مجھے پتہ چلا کہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو ہندوستان گورنمنٹ

نے اجازت دے دی۔ اور واپس ہندوستان جائیں گے۔ پابندی ختم ہو گئی۔ آزادی مل گئی۔ ان کا جلال ختم ہو گیا میں ان کے ساتھ بیٹھتا تھا۔ میں نے پوچھا کہ آپ وطن کب جائیں گے۔ تو مجھے تاریخ بتائی جو میں نے نوٹ کی ہے اور فرمایا کہ المدینہ جہاز میں جاؤں گا جو سندھیا کمپنی کا جہاز ہے۔ اس میں مسجد بھی ہے۔ ایک منزل مسجد ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں بھی جاؤں گا۔ فرمایا بہت اچھا۔ میں نے کہا کہ میری ایک عرض ہے۔ میں حضرت مدنی کی وساطت سے ان سے بات چیت کرتا تھا۔ ربط تھا۔ ربط نہ چھوڑو۔ یہ ربط بہت بڑی شئے ہے۔ دارالعلوم حقانیہ کو کبھی نہ چھوڑو کہ اکابر علماء دیوبند سے ربط کا قوی ذریعہ ہے۔ اور دیوبند پاکستان ہے۔

تو میں نے عرض کیا کہ میں حجۃ اللہ البالغہ کا کچھ حصہ آپ سے پڑھنا چاہتا ہوں۔ تو فرمایا ٹھیک ہے کتاب خرید لو۔ تو میں نے مکہ مکرمہ سے دو روپے میں حجۃ اللہ البالغہ خریدی۔

ہم دونوں چل پڑے۔ خلاصہ یہ کہ عصر کی نماز کے بعد جہاز کی مسجد میں ہم بیٹھا کرتے تھے۔ سات دن تک ہم جہاز میں تھے۔

حجۃ اللہ البالغہ میرا کیا علم تھا یا میری کیا استعداد تھی ان کی باتوں کو یاد کرنے کی۔ لیکن بات یہ ہے کہ انہوں نے مجھے حجۃ اللہ البالغہ میں چند مقامات دکھائے، اور پڑھائے اور دوسری حجۃ اللہ البالغہ جو شاہ محمد اسحاق کی لکھی ہوئی ہے اور مکتبہ حرم میں موجود ہے اس سے موازنہ کرایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ موجودہ مطبوعہ نسخوں میں یتمثل الاعمال بنزول الملائکہ آیا ہے۔ اور شاہ محمد اسحاق نے جو نسخہ لکھا ہے اس میں تمثل الاعمال بنزول الملائکہ آیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ قرآن کریم کا ترجمہ اور فہم قرآن کے لئے میرے لئے راہنمائی فرمائیں چونکہ بہت خوش تھے وطن واپس آرہے تھے۔ تو فرمایا۔ دیکھو قرآن کریم کی تلاوت نہ چھوڑنا۔ ایک صفحہ پڑھو۔ لیکن پڑھا کرو روزانہ۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم تھا اُتل ما اُوحی الیک من الکتاب۔ نفس تلاوت عبادت ہے۔

فتنوں کا زور آج قرآن شریف کے تفسیر کے ختم کی تقریب میں آخری دو سورتیں آپ نے تلاوت فرمائیں۔ من شر الوسواس الخناس۔ آج کل خناسیت کا زور ہے۔ ایک خناسیت یہ ہے کہ جب معنی کی سمجھ نہیں تو تلاوت کس لئے کرتے ہو۔ مخالفِ دین کا یہ ایک حربہ ہے۔ تلاوت بھی تو عبادت ہے۔ تلاوت کرے گا تو سمجھ آئے گی۔ بغیر تلاوت کے تو سمجھ نہ آئے گی۔

علم اور عمل جو عمل علم کی طرف لے جائے تو وہ علم پکا ہو گا ہر عمل سے علم پیدا ہوتا ہے لیکن ہر علم سے عمل پیدا ہو یہ لازم نہیں۔ مثلاً مجھے کوئی گھڑی دے اور مجھے پتہ نہیں کہ وقت کیسے معلوم کیا جاتا ہے۔ چابی کس طرح دی جاتی ہے ضرور بالضرور مجھے پوچھنا پڑے گا۔ اور اگر مجھ سے یوں ہی کہہ دے کہ گھڑی بھی کوئی شئے ہے تو ممکن ہے گھڑی میرے ہاتھ آئے یا نہ آئے۔

تلاوت قرآن کی اہمیت | تو مجھ سے فرمایا کہ سب سے پہلی بات تلاوت کرنا ہوگی۔ ایک صفحہ پڑھو یا دو صفحے پڑھو۔ ویسے سنت یہ ہے کہ مہینہ میں ایک مرتبہ ختم کیا جائے۔

حضرت شیخ الحدیث کی روحانی نسبت | علماء بیٹھے ہیں مجھے تو شرم آتی ہے یہ دارالحدیث یہ مسند اور یہ جگہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کی ہے۔ اور اب بھی میرے دماغ میں میرے عقیدہ میں ان کی روحانیت موجود ہے۔ اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔ یہ استدلال ہے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث ہے جس وقت ابراہیم علیہ السلام مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ اسمٰعیل علیہ السلام گھر پہ نہ تھے۔ دو مرتبہ ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے۔ جس وقت اسمٰعیل علیہ السلام گھر تشریف لائے۔ تو حدیث شریف میں ہے، علماء کرام تشریف فرما ہیں۔ الفاظ میں کمی بیشی ہو سکتی ہے کانہ عاین شئی۔ اسماعیل علیہ السلام نے محسوس کیا کہ یہاں کوئی آیا تھا حالانکہ ابراہیم علیہ السلام اس وقت تشریف لے گئے تھے۔ اور اسماعیل علیہ السلام نے محسوس کیا۔ انہوں نے روحانی خوشبو سے معلوم کیا کہ کوئی تشریف لایا تھا۔ تو میرا یہ مطلب ہے کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی خوشبو اب بھی یہاں موجود ہے۔ اس خوشبو کے ساتھ میں یہ باتیں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ ایک یہ کہ تلاوت کلام اللہ تھوڑی ہو زیادہ لازم ہے۔ اتل ما اوحی الیک من الکتاب اس کے اندر نور ہے۔ حکم ہے۔ افسوس ہے یہ عمل ہم میں نہیں۔

قرآن کی سمجھ کیسے آئے گی | صدرا اور شمس بازغہ پڑھتے ہیں۔ حمداللہ پڑھتے ہیں۔ ہمارے یہ حفاظ اور قاری صاحبان ناراض نہ ہوں۔ اب رمضان میں تو منزلیں ہیں یعنی تلاوت۔ اور شوال میں قرآن بند کر دیا۔ تو پہلے تلاوت کرو۔ ایک صفحہ یا دو صفحے یعنی پہلے نفس تلاوت کرنی ہوگی۔ دوبارہ وہ ایک صفحہ یا دو صفحے دیکھو۔ نفس معنیٰ دیکھو۔ سہ بارہ معارف کی طرف آؤ۔ تو قرآن کی سمجھ آجائے گی۔ میری عادت پہلے یہی تھی اب بھی ہے بحمداللہ۔ یہ کچھ کچھ سمجھ ہے یہ سب بزرگوں کی دعائیں ہیں۔ اور آپ کی خدمت میں میری یہ عرض ہے کہ شر و فساد کا دور ہے۔ تم بڑے خوش بخت ہو کہ تم ایک ایسے مقام میں اپنا وقت اور جوانی گذار رہے ہو جو صرف علمی نہیں بلکہ بہت بڑا روحانی مرکز ہے۔ اگر کوئی محسوس کر سکے۔

یہ دارالعلوم علمی اور روحانی مراکز ہیں۔ ایک وقت ایسا بھی تھا کہ دارالعلوم دیوبند کا چپراسی بھی ولی اللہ ہوتا تھا اساتذہ کا تو کہنا ہی کیا۔ تو حضرت مولانا عبدالحقؒ کی روحانیت آپ حضرات کی طرف متوجہ ہے۔ تم خوش بخت ہو تم نے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا۔ پھر دارالعلوم حقانیہ میں قابل اساتذہ سے ترجمہ پڑھا۔

نور قرآن | تو میری پہلی عرض ہے۔ قرآن مجید بالکل نہ چھوڑو۔ تھوڑا پڑھتے ہو یا زیادہ لیکن پڑھو ضرور پھر اس کے اندر تھوڑا سا غور کرو۔ اس کے بعد قدرے تفصیل سے غور کرو۔ اس طرح انشاء اللہ قرآن کا نور حاصل ہوگا۔ تو قرآنی نور کے ساتھ سب کچھ آسان ہو جائے گا۔ صحابہ کرام نے نور قرآن اس طرح حاصل کیا تھا

اس لئے اگر کوئی تلاوت نہ کرے تو اس میں کیا پتہ چلے گا کہ مثلاً فلاں لفظ یا حرف قرآن کے اندر ہے یا نہیں۔ تلاوت کرے اور غور نہ کرے تو پھر بھی اتنا فائدہ نہیں کچھ فائدہ ہوگا تلاوت کا ہوگا۔

شبلی نعمانی سے غلطی ہوگئی
یہاں ایک قصہ آپ حضرات کو سناتا ہوں۔ علامہ شبلی نعمانی جنہوں نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکھی ہے ان کا بہت بڑا احسان ہے اگرچہ اس کے اندر احادیث کے حوالے صحیح نہیں مگر پھر بھی احسان کیا ہے۔ علامہ شبلی حنفی تھا۔

دارالعلوم حقانیہ حنفیت کا مرکز
یہ بھی آپ حضرات کی خوش بختی ہے کہ دارالعلوم حقانیہ حنفیت کا مرکز ہے اور مولانا عبدالقیوم حقانی کی [illegible] ع پر علمی اور تاریخی اور جامع کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ دارالعلوم کو مزید ترقی دے۔ [illegible] اکثر مدارس نے حنفیت ترک کردی۔ حالاں کہ یہ سارا وطن احناف کا ہے۔

مقلد کی دلیل
بھائی ہم تو مقلد ہیں۔ مقلد کی دلیل کیا ہے مسلم الثبوت کے اندر ہے کہ مقلد کی دلیل صرف قول مجتہد ہے۔ مقلد یہ نہیں پوچھے گا کہ یہ کس حدیث کے اندر ہے اور کس آیت میں ہے۔ یہ ایک قابل فکر خطرہ ہے اور روز بروز بڑھ رہا ہے اگر آپ سے کوئی کسی مسئلہ کے متعلق پوچھے تو آپ کہیں کہ شامی میں یا عالمگیری میں ہے یا ہمارے استاد نے یوں فرمایا ہے۔ آگے استاد جانے اور کتاب اللہ۔ استاد جانے اور کتاب الرسولؐ۔ تو علامہ شبلی نعمانی بہت بڑا مؤرخ گزرا ہے سیرت پر چھ جلدوں میں کتاب لکھی ہے بعض جلدیں علامہ شبلی نے لکھی ہیں کچھ جلدیں سید سلیمان ندوی نے لکھی ہیں اور ایک جلد سید ابوالحسن علی ندوی نے لکھی ہے۔

شبلی نعمانی کا واقعہ
علامہ شبلی نے ایک کتاب سیرۃ النعمان لکھی ہے۔ میں تلاوت قرآن پر یہ واقعہ عرض کر رہا ہوں۔ شبلی نعمانی حنفی تھا تو امام حنیفہؒ کی اس کتاب کے اندر ایک باب ہے جس میں قدرے غلطی تھی اب تصحیح اور ترمیم کر دی ہے۔ بات یہ ہے کہ ہر عمل جو ہے وہ ایمان کے بعد شروع ہوتا ہے تو اس پر دلائل کافی صفحات میں لکھے ہیں۔ اور اس آیت سے استدلال کیا ہے من یؤمن باللہ فیعمل صالحاً۔ صاف طور پر لکھا ہے کہ فا تعقیب کے لئے ہے۔ اول ایمان ہوگا پھر عمل صالح۔ چنانچہ بعض مستشرقین نے لکھا ہے۔ ومن یؤمن باللہ و یعمل صالحاً کہ جس کا عمل صالح ہو وہ مومن ہے۔ یہ مستشرقین خناسین کی تاویل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بچائے تو اسلاف پر اعتماد ہونا چاہئے۔ اگر اعتماد نہ ہو تو انسان خناسیت سے نہیں بچ سکتا۔ تو علامہ شبلی جیسا بین الاقوامی شہرت والا انسان لکھتا ہے کہ ومن یؤمن باللہ فیعمل صالحاً۔ اول ایمان ہوگا۔ عمل صالح بعد میں۔ کیونکہ فا تعقیب کے لئے ہے۔ تو میں نے اس پر ایک مضمون لکھا اخبارات اور کتابوں میں کہ یہ آیت تو قرآن مجید کے اندر ہے ہی نہیں۔ فیعمل نہیں۔ و یعمل ہے۔ لیکن فیعمل نہیں۔ تو شبلی نوازوں سے کافی بحث اور تکرار ہوئی۔

تو میں نے کہا کہ میں نے غلط تو نہیں لکھا۔ میں نے تو صرف یہ لکھا ہے کہ فیعمل صالحاً قرآن کے اندر نہیں۔ ومن یؤمن باللہ ویعمل صالحاً تو ہے لیکن فیعمل صالحاً نہیں۔ تو یہ غلطی شبلی سے کیوں ہوئی اس لئے کہ شاید قرآن کی تلاوت پہ کم توجہ دی ہو اگر تلاوت پہ ان کی بھرپور توجہ ہوتی تو کیوں ایسی غلطی کرتے۔ تو قرآن کریم کی تلاوت ترک نہ کرو اس کا ترجمہ دیکھو تفسیریں دیکھو۔

اسلاف پر اعتماد اور اکابر کا اتباع

تو اصل بات اکابر کی اتباع کی ہے اگر اتباع کی تو کامیاب ہو جاؤ گے ورنہ کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔ ہمارے اکابر نے خوب کام کیا دین کا۔ اور سب کا اعتماد اپنے اسلاف پر تھا۔

مولانا عبدالحق اور مقام عبدیت

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ میرے زمانہ دارالعلوم میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس تھے۔ بہت بڑے عالم جامع المنقول والمعقول تھے ان کی نظیر موجودہ دور میں نہیں ملتی۔ علماء بہت ہیں، مبلغ ہیں، مناظر ہیں اور کئی اچھے اوصاف کے مالک ہیں لیکن میری نظر میں جامع المعقول والمنقول اور ساتھ ساتھ تزکیہ باطن اور سب سے بڑا کمال یہ کہ مقام عبدیت بھی ہو تو یہ صرف حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی ذات گرامی تھی۔ یہ عبدیت بہت بڑا مقام ہے اس سے اونچا کوئی مقام نہیں۔ عبدیت سے اوپر صرف معبودیت ہے۔

عروج اور عبدیت

سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ۔ فاوحیٰ الی عبدہٖ الخ مقام عروج کے ساتھ عبد کا لفظ آئے گا عروج میں عبدیت آئے تو یہ کمال ہے اگر عروج میں عبدیت نہیں تو یہ زوال ہے۔ یہ کمال جب حاصل ہو گا جب اساتذہ اور اکابر پر اعتماد ہو۔

دارالعلوم حقانیہ ایک فکر اور ایک تحریک

اپنی مادر علمی کے ساتھ نسبت قائم رکھو۔ دارالعلوم حقانیہ گارے اور اینٹ کا نام نہیں یہ تو دنیادار بھی بنا سکتے ہیں بلکہ دارالعلوم اب ایک فکر اور ایک تحریک ہے۔ ۵۲ء میں میں حج پر گیا تھا۔ سعودی عرب کا جو پہلا سفیر تھا عبدالحمید خطیب، ان کے ساتھ میری دوستی تھی۔ یہ دنیاداری تھی۔ بہر حال ۱۹۵۲ء میں میں سرکاری مہمان تھا۔ مولوی تمیز الدین پاکستان اسمبلی کے سپیکر یہ بھی وہاں اس وقت سرکاری مہمان تھے۔ مولانا شاہ احمد نورانی کا باپ مولانا عبدالعلیم صدیقی یہ بھی نجدیوں کا مہمان تھا۔ ہم سب وہاں اکٹھے تھے۔ مولوی تمیز الدین بنگالی تھا لیکن علماء دیوبند کا تابعدار تھا۔ اچھا آدمی تھا۔ ایک دن مجھے کہنے لگا کہ مولوی صاحب میری یہ خواہش ہے کہ پاکستان میں ایک دارالعلوم دیوبند بن جائے۔ میں نے کہا بڑی اچھی خواہش ہے۔ اور آپ کی حکومت بھی چاہتی ہے۔ ثواب کا کام ہے اور قوم کے لئے ضروری بھی ہے۔ پھر کچھ اور باتیں کرتے رہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ مولوی صاحب آپ بلڈنگ تیار

کردیں گے۔ کتب خانہ بنا دیں گے۔ ہاسٹل بنا دیں گے۔ لیکن حضرت مولانا محمد قاسمؒ کو کہاں سے لاؤ گے؟ تو کہنے لگے۔ مولانا محمد قاسمؒ کا کیا مطلب ہے؟ میں نے عرض کیا کہ تم کو مغالطہ لگا ہے۔ دارالعلوم دیوبند اینٹ پتھر کا تو نام نہیں وہ تو اساتذہ کا نام ہے۔ اگر وہاں کچھ بھی نہ ہوتا۔ اب تو بہت کچھ بن گیا ہے۔ کچھ بھی نہ ہو لیکن پھر بھی سب کچھ ہے۔ کیونکہ دارالعلوم نام ہے اکابر کا۔ تو یہ حقانیہ اینٹوں کا نام نہیں۔

دارالعلوم کی خدمت پر افتخار

میں اس جگہ کا خادم ہوں مجھے اس پر فخر ہے اور میری نجات کا ایک ذریعہ بنے گا انشاء اللہ۔ کہ شروع سے میرا تعلق مولانا عبدالحقؒ سے رہا ہے۔ مجھے وہ وقت یاد ہے۔ میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ قدیم دارالعلوم حقانیہ (مسجد شیخ الحدیث) میں شہتوت کے درخت کے نیچے بیٹھ کر طلباء کو سبق پڑھایا کرتے تھے۔

دارالعلوم سے تعلق ہر فتنہ سے حفاظت

تو آپ حضرات اپنا تعلق اس مادر علمی کے ساتھ قائم رکھو گے۔ قرآن کے دشمن پیدا ہوں گے۔ وہ قرآن پر حملے کریں گے۔ قرآن تو کتاب ہے کتاب پر حملہ تو نہیں کر سکتے حاملین قرآن پر حملہ کریں گے۔ حملے کی بہت قسمیں ہیں۔ کوئی ظاہری حملہ کرے گا کوئی باطنی حملہ کرے گا۔ سارے حملوں سے اسی میں پناہ ہے۔

شروع اور آخر قرآن میں ربط

جب تم نے پڑھا ذالک الکتاب لاریب فیہ۔ اور اس کے بعد یومنون بالغیب۔ یہ کتاب ان کے لئے ہادی ہے جن کا ایمان بالغیب ہو۔ غیب کسے کہتے ہیں۔ جو انسان کے ذہن میں حاضر ہو اس کو غیب کہتے ہیں۔ اب جب غیب پر ایمان لایا تو خناس کو موقع ملا کہ کیا تم دیکھ آئے ہو کہ قبر میں حساب کتاب ہے میں نے تو نہیں دیکھا۔ مطلّع نے اطلاع دی ہے تنبیہ دی گئی ہے کہ یومنون بالغیب غیب مانو گے تو ایمان بالغیب ہو گا۔ آخری سورتوں میں کہا گیا کہ اس غیب پر لوگ حملے کریں گے۔ ایمان بالغیب کو ہٹانے کے لئے خنّاسیت استعمال کریں گے۔ لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالیں گے۔ کبھی فقہ کے بارے میں کبھی حدیث کے بارے میں۔ کبھی نفس قرآن کے بارے میں۔ تو عرض ہے کہ قرآن کی تلاوت ہمیشہ کیا کرو۔ اور یہ ترجمہ جو پڑھا ہے یہ بھی دیکھا کرو۔ تشریحات کا مطالعہ کیا کرو۔ اکابر سے تعلق قائم رکھو۔ اور تزکیہ باطن بھی کرو گے۔

قرآن قلب محمدؐ پر نازل ہوا ہے

قرآن سمیع اور بصیر کتاب نہیں۔ جبرئیل نے قرآن پڑھ کر آپ کو نہیں سنایا۔ جبرئیل نے لکھا ہوا قرآن آپ کو نہیں دیا۔ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ وحی لانے کے بعد حضورؐ فرماتے کہ جبرئیل علیہ السلام یہ فرمان لائے ہیں۔

قرآن قلب محمدؐ پر نازل ہوا ہے۔ اب جس شخص کے قلب کا تعلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کے ساتھ ہوگا

وہ قرآن کو سمجھے گا اور عمل بھی کرے گا۔ اگر حضورؐ سے تعلق نہ ہو تو قرآن کا ترجمہ تو سمجھ لے گا لیکن عمل کی قوت اس کے اندر پیدا نہیں ہو گی۔ کیونکہ قرآن نازل ہوا ہے قلب محمدؐ پر۔ اس لئے بعض مفسرین نے آیت لا یمسّہ الا المطہرون کے ذیل میں لکھا ہے کہ صرف یہ مراد نہیں کہ قرآن کو بے وضو ہاتھ نہ لگایا جائے بلکہ وہ لوگ جن کے عقائد فاسد ہیں۔ مثلاً روافض وغیرہ۔ وہ بھی قرآن کو نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ ان کا باطن پلید ہے۔ اس لئے اپنے قلب کو بھی پاک وصاف رکھنا ہو گا۔

تجربہ کار کی ضرورت اور مولانا عبدالحقؒ کے اعمال

مفید المطالبین میں ہے سل المجرب لا تسئل الحکیم یعنی عقلمند سے نہ پوچھو بلکہ تجربہ کار سے پوچھو۔ میری تو ساری عمر گذر گئی کچھ بھی حاصل نہیں کیا آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ اپنی عمر ضائع نہ کریں۔ اس کی یہی صورت ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کیا کریں۔ اپنے اساتذہ کی عزت کیا کریں۔ میں آپ کی خدمت میں کیا عرض کروں ہم نے ایسے ایسے اساتذہ دیکھے ہیں جو اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء تھے۔ علماء کرام کے بڑے بڑے انوارات ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ جیسے انوارات اب نہیں ہیں۔ یہ بھی اپنے اپنے خیالات اور تصور ہیں کیونکہ اس کے بارے میں ہم مکلف نہیں ہیں۔ میرا نظریہ ہے کہ اب بھی مولانا عبدالحق صاحبؒ کے اعمال نشر ہو رہے ہیں۔ احادیث کے اندر آیا ہے علماء تشریف فرما ہیں کہ جس وقت آدمی دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو مال و اولاد رہ جاتے ہیں اور عمل ساتھ قبر میں چلا جاتا ہے۔ عمل پھر قبر کے اندر کیا کرتا ہے کیا یوں ہی بیکار پڑا رہتا ہے۔ عمل پھر پھیلتا ہے ہر اہل اللہ اور عالم باعمل کے مرکز انوار سے اعمال کی خوشبو آتی ہے۔ اعمال کے اثرات ضرور ظاہر ہوتے ہیں پھر ہر ایک کی ہمت اور طاقت ہے۔

حضرت فضل علی شاہ صاحبؒ کا مولانا نانوتویؒ کے مزار پر مراقبہ

ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ ہم دارالعلوم دیوبند میں تھے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ بھی تھے۔ چکوال کے حافظ مولانا غلام حبیب صاحبؒ جو اب فوت ہو گئے ہیں۔ ان کے شیخ تھے مولانا عبدالمالک صدیقی صاحبؒ۔ ان کے شیخ تھے مولانا فضل علی شاہ صاحبؒ۔ یہ فضل علی شاہ صاحب بہت نیک سادہ اور صاحب کشف بزرگ تھے۔ میں نے ان کی زیارت کی ہے دیوبند میں۔ فرماتے تھے کہ دیوبندی بہت گستاخ ہیں۔ گرمیوں کا موسم تھا خبر آئی کہ پنجاب کے بہت بڑے پیر صاحب تشریف لائے ہیں۔ اور سیدھے حضرت نانوتویؒ کے مزار پر تشریف لے گئے۔ جب پنجاب کا نام سنا تو ہم پٹھان اور پنجابی طلباء بھی پہنچ گئے۔ مولانا نانوتویؒ کا مزار کچا ہے۔ فقط سرہانے کی طرف ایک پتھر نصب ہے۔ جس پر ان کا نام لکھا ہے۔ میں نے دیکھا کہ پیر صاحب مولانا نانوتویؒ کی قبر کے ساتھ مراقبہ میں مشغول ہیں۔ پیر صاحب نے مراقبہ کے بعد فرمایا کہ میرے سامنے

(باقی ص۴۹ پر)